تاثرات

بابری مسجد کی شہادت اور مذہبی انتہا پسندی

یہ بات محتاجِ بیان نہیں کہ دُنیا کے تمام مذاہب بنیادی طور پر نہ صرف انسان کو سچائی کا درس دیتے ہیں بلکہ یہ بھی بتاتے ہیں کہ کائنات کی سب سے بڑی حقیقت سے رشتہ جوڑنے کے لیے انسانی فطرت ہمیشہ بے قرار رہی ہے، اور جب کبھی انسان نے کسی وجہ سے اپنی فطرت سے انحراف کیا ہے تو اس کی روح برابر حیرت و تنہائی کی تاریکی میں بھٹکتی رہی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہر مذہب نہ صرف خدا سے شکستہ رشتوں کو استوار کرنے کی تلقین کرتا ہے بلکہ انسانیت کی خدمت کو زندگی کا مقدس نصب العین قرار دیتا ہے۔ چنانچہ مذہب کی حقیقی روح سے سرشار ہو کر تاریخ کے ہر عہد میں انسان نے انسانی تہذیب اور زندگی کی بلند قدروں کو آگے بڑھانے کے لیے صحت مند کردار ادا کیا ہے ۔ لیکن تاریخ کی اس تلخ حقیقت سے بھی انکار کرنا مشکل ہے کہ تاریخ کے ہر دور میں اہل ہوس کا ایک بڑا گروہ ایسا بھی موجود رہا ہے جو اپنی نفس پرستیوں اور "داغ عیوب برہنگی" کو ڈھانپنے کے لیے مذہب کو استعمال کرتا رہا ہے، یہی گروہ ہے جس کی ذہنی پستی، عقل و دانش سے دشمنی اور عملی نفاق سے مذہب کی لطیف و پاکیزہ روح بے زار رہی ہے، یہی گروہ ہے جس نے ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو اجودھیا (یو۔پی) بھارت میں بابری مسجد کو مسمار کر کے اپنے ہی مذہب کا مذاق اڑایا ہے۔ تاریخ کی یہ ستم ظریفی بھی دیدنی ہے کہ یہ تاریخی مسجد جس مغل حکمران کے نام سے موسوم ہے اس نے اپنے بیٹے ہمایوں کو مرتے وقت یہ وصیت کی تھی کہ:

۱۔ تم مذہبی تعصب کو اپنے دل میں ہرگز جگہ نہ دینا، اور لوگوں کے مذہبی جذبات اور مذہبی رسوم کا خیال رکھتے ہوئے سب لوگوں کے ساتھ پورا انصاف کرنا۔
۲۔ گاؤکشی سے بالخصوص پرہیز کرنا تاکہ اس سے تمھیں لوگوں کے دل میں جگہ مل جائے۔
۳۔ تمھیں کسی قوم کی عبادت گاہ مسمار نہیں کرنی چاہیے اور ہمیشہ سب سے پورا انصاف کرنا چاہیے تاکہ بادشاہ اور رعیّت کے تعلقات دوستانہ ہوں اور ملک میں امن وامان رہے۔
۴۔ اپنی رعیت کی مختلف خصوصیات کو سال کے مختلف موسم سمجھو تاکہ حکومت بیماری اور ضعف سے محفوظ رہ سکے۔

بابر کا یہ تاریخی وصیت نامہ اسلام کی تاریخ میں کوئی نیا اعلان نہیں تھا۔ اسلام نے پہلے دن ہی سے اظہارِ رائے کی آزادی ، مذہبی رواداری، دوسری قوموں کی عبادت گاہوں کی حرمت واحترام کا درس دیا ہے۔ چنانچہ بابر نے اپنی غیر مسلم رعایا سے جو حسنِ سلوک روا رکھا، وہ دراصل اسلامی تعلیمات کا خوب صورت اظہار تھا۔

ستم پہ ستم یہ ہوا کہ فسطائی اور فسادی گروہ نے مسجد کی شہادت کے بعد اپنے ہی پڑوسیوں کے خلاف "مذہب کے نام" پر ہر جارحیت اور ظلم وستم کو روا رکھا۔ بے گناہ لوگوں کا خون بہایا گیا، عورتوں کی بے حرمتی کی گئی، بچوں کو ذبح کیا گیا۔ ان بے بس لوگوں کا اس کے سوا کوئی "گناہ" نہیں تھا کہ وہ اپنا ایک مذہبی عقیدہ رکھتے تھے، جسے وہ حق جانتے تھے اور ان کا تعلق ملک کی اقلیت سے تھا۔

صد افسوس! کہ بربریت اور درندگی کا یہ خوف ناک مظاہرہ مہاتما بدھ، اشوک، معین الدین چشتی، نانک، گاندھی اور آربندو گھوش کے دیس میں ہوا۔

نفرت وتشدّد کا یہ مکروہ طرزِ عمل اس قوم کے خلاف روا رکھا گیا، جس نے بھارت کی آزادی کے لیے اپنے غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ مل کر قید وبند کے مصائب برداشت کیے تھے۔ ملک کی آزادی کے بعد شمعِ آزادی کے پروانوں سے یہ سلوک، موسمِ گل میں انگاروں کی یہ بارش ، سیکولر بھارت کے چہرے پر ایک بدنما داغ ہے، جس پر اشوک کا بھارت ایک مدت تک

ماتم کرتا رہے گا۔ صدیوں پہلے مہاراجہ اشوک نے اپنے ایک تاریخی فرمان میں کہا تھا:۔

"بادشاہ (اشوک) ہر مذہبی عقیدے کا احترام کرتا ہے۔ جو آدمی دوسروں پر زیادتی کرتا ہے وہ دراصل اپنے ہی عقیدے اور دھرم کو مجروح کرتا ہے ۔۔۔ دوسرے کے مذہبی عقیدے کی بے حرمتی کرنے سے یک قلم دور رہنا دراصل اپنے ہی مذہب کا احترام کرنا ہے ۔ یہ امر (دوسروں کے مذہب کا احترام کرنا) انسان کے لیے سب سے بڑا اعزاز ہے۔"

یہاں ہم اس بات کا بہ صد امتنان و شکر اعتراف کرتے ہیں کہ بھارت کے ہزاروں منصف مزاج ہندوؤں اور شریف انسانوں نے "مذہبی جنونیوں" کے برپا کردہ خونی ہنگاموں کے خلاف بھارت کے مختلف شہروں میں پرامن مظاہرے کیے ہیں اور انتہا پسند ہندوؤں کے مکروہ کردار سے بیزاری کا اعلان کیا ہے ۔ بے شبہ مذہبی فرقہ واریت کے خلاف یہ پُرامن مظاہرے تاریکی میں روشنی کا ایک دیا ہے، جس کو برابر روشن رہنا چاہیے ۔

اس المیے کے خلاف پاکستان اور مسلم دُنیا میں جذبات دعواطف کا بھڑک اُٹھنا ایک فطری بات تھی، لیکن ہمیں انتہائی دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ ہم نے پاکستان میں اپنے رنج و غم کا اظہار جس انداز سے کیا، وہ ہماری اسلامی روایات — رواداری، ضبط و تحمل، عفو و کرم، وسعتِ ظرف سے ہم آہنگ نہیں تھا۔ ان مظاہروں میں نہ صرف غیر مسلم بھائیوں کی عبادت گاہوں کو نقصان پہنچایا گیا، بلکہ بعض مقامات پر ان کی جائدادوں کو بھی لوٹا گیا ۔ واقعہ یہ ہے کہ عام حالات میں فلسفۂ اخلاق پر لیکچر دینا بڑی آسان بات ہے اور اپنے اخلاقی اور تاریخی محاسن پر خود اپنے قلم سے قصیدے لکھنا بھی کوئی مشکل کام نہیں ہے، لیکن رنج والم کی گھڑی میں اپنے جذبات پر قابو رکھنا، عقل و دانش اور ضبط و تحمل کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا عظیم الشان پیغمبروں، فلسفیوں، عارفوں اور سچے مسلمانوں کا شیوہ رہا ہے، جس کی تلقین بار بار قرآن مجید اور رسولِ اکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمائی ہے ۔

چنانچہ ہمیں اس بات پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہیے کہ آخر کب تک ہم جذبات،

بے ہنگم جوش و خروش اور کھوکھلے نعروں کے ہاتھوں میں کھلونا بن کر اپنے اسلامی وقار و تمکنت کا مذاق اڑاتے رہیں گے - آج کل ہم جن بنیادی مسائل سے دوچار ہیں، ان سے شاعرانہ بیانات، بے ہنگم جذبات سے نہیں بلکہ حقیقت پسندی، سعی پیہم اور ذمہ داری کے گہرے اخلاقی احساس کی راہ پر چل کر ہی عہدہ برآ ہو سکتے ہیں -

(رشید احمد)